(رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم | قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الہام مسیح موعود

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ الہام مسیح موعود

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۸ جنوری ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | مطابق ربیع الاول ۱۳۳۶ھ | نمبر ۵۵

مدینۃ المسیح

۴۔ جنوری بروز جمعہ خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح نے ان دوستوں کو جنہوں نے دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کی درخواستیں دی ہیں۔ فرمایا کہ کل صبح کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں جمع رہیں۔ تاکہ ضروری ہدایات دیجائیں چنانچہ ۵۔ جنوری کو حضور نے ان کو نہایت ہی ضروری اور اہم امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی نصیحتیں کی مشورہ اور استخارہ کرنیکی ہدایت فرمائی۔

میاں فیروز دین جو اکثر مسجد مبارک میں اذان دیتا اور تکبیر کہا کرتا تھا۔ ۔ تاریخ عصر کے قریب صرف ۴ گھنٹہ کے قریب بیمار رہکر بعارضہ نمونیا فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک سعادتمند و نیک لڑکا تھا۔ اور بہت اچھی آواز رکھتا تھا ۳ تاریخ جمعہ اور عصر کی اذان اسی نے کہی۔ لیکن مغرب کی اذان نہ کہہ سکا۔ جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پڑھا اور ۵ تاریخ سپرد خاک کیا گیا۔ احباب مرحوم کا جنازہ پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں۔

خواجہ حسن نظامی مباہلہ ضرور کریں

۵۔ جنوری ۱۲ بجے کے قریب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو خطیب بذریعہ رجسٹری ملا جس میں خواجہ حسن نظامی صاحب کا جواب درج تھا۔ اور جس کا خلاصہ مضمون نے روزانہ اخباروں میں چھپوایا ہے کہ تیرہ کی تیرہ شرطیں منظور ہیں۔ حالانکہ اصل مضمون سے ظاہر ہے کہ دراصل تیرہ کی تیرہ شرطیں تسلیم نہیں کیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اسی روز بعد از نماز مغرب اسکا جواب سنا دیا۔ اور الفضل کے حوالہ فرمایا۔ ۸۔ جنوری کو شائع ہونیوالے الفضل کی کاپیاں لکھی جا چکی تھیں۔ مگر ان کو روک دیا گیا۔ اور یہ مضمون چھپوا کر آج ہی بذریعہ رجسٹری خواجہ حسن نظامی دہلوی کو ارسال ہے امید ہے خواجہ صاحب اب کوئی نیا عذر نہیں تراشینگے اور سات کروڑ کی قائم مقامی کے مدعی ہوتے ہوئے ایک ہزار آدمی ہمراہ لانے۔ اور پانچ ہزار روپیہ بطور ضمانت دو طرفہ سفر خرچ بصورت نہ آسکنے کے) جمع کرانے میں پس وپیش نہ کریں گے کیونکہ جس کے مرید کئی نواب اور راجے ہیں۔ اس کے لئے یہ بہت آسان بات ہے۔

خواجہ صاحب نے ایک نئی شرط لگا دی تھی۔ کہ جماعت احمدیہ کے سربرآوردہ لکھدیں کہ مباہلہ کا اثر ہونے کی صورت میں وہ سلسلہ احمدیہ کو جھوٹا سمجھ لیں گے۔ سو اس کے جواب میں ان کو بتا دیا گیا ہے۔ کہ ایسی تحریر نہ صرف سربرآوردہ لوگ جن کے نام آپ نے لکھے ہیں دیں گے۔ بلکہ ہزار مباہلہ کرنے والے بھی۔ مگر بالمقابل خواجہ صاحب کے ایک ہزار مباہلین اور وہ نواب اور راجے بھی جو آپ کے مرید ہیں ایک تحریر دیں کہ اگر انکے فریق پر مباہلہ کا اثر مطابق فیصلہ کتاب و سنت ہو گیا۔ تو سب کے سب سلسلہ احمدیہ میں بیعت کر لیں گے امید ہے پیر گولڑوی اور پیر علی پوری اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے سجادہ نشین۔ اور اجمیر کے گدی نشین بھی دستخط کریں گے کیونکہ خواجہ حسن نظامی سب کی قائم مقامی کا دعویٰ فرما رہے ہیں۔ اور

نظم

تضمین بر غزل حضرت مسیح موعود

تضمین بر نظم حضرت مسیح موعود۔ قاسم علیخانصاحب رامپوری نے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۷ء کو سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پڑھی۔ اور اس پرچہ میں کہ جس کے ساتھ اسے ایک مناسبت ہے درج کی جاتی ہے۔ (ایڈیٹر)

درود اُس سرور دیں پر ہو بے حد — ہوئی جس سے نمایاں شان احمدؐ
جو دیکھے صورت محمود احمد — کہے واللہ یہ فخر الوجد
عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

ہو کیونکر مصطفےٰ کو یہ گوارا — کرے کوئی خلافت سے کنارا
خلاف اس کے نہیں ممکن گذارا — کہ یہ محمود ہے پیارے کا پیارا
عجب دارم دل آں ناکساں را
کہ رو تابند از خوان محمدؐ

محمدؐ کا اگر ہو دوست سچا — نفاق و بغض و کینہ اُس میں کیسا
کہو اے دوستو سچ سچ خدارا — حسد میں تم نہیں جلتے ہو اب کیا
خدا خود سوزد آں کرم دنی را
کہ باشد از عدوان محمدؐ

پئے نذر اہل دنیا کی خوشامد — ہو کیونکر نور حق کی دل میں آمد
پڑھی سب سے میں نے جب ابجد — تو جاں کی ہدیہ محمود احمد
سر دارم فدائے خاک احمد
دلم ہر وقت قربان محمدؐ

کیا موعود جس کو مصطفےٰ نے — بتایا اسمہ احمدؐ خدا نے
منافق کرتے ہیں حیلے بہانے — ہے کافر میرزا کو جو نہ مانے
بکار دیں نہ ترسم از جہانے
کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ

پسر موعود محمود معظم — یہی ہیں یادگار ابن مریم
یہ ہے وہ بلبل باغ دو عالم — صدائے نغمہ جس کی ہے پیہم
من آں خوش مرغ از مرغان قدسم
کہ دارد جا بہ بستان محمدؐ

یہ ہے وہ شیر حق احمد کا پیارا — مخالف کو سر میدان پکارا
عدو کا ہرزہ گوئی ہے سہارا — کبھی آکر مقابل دم نہ مارا
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدان محمدؐ

مقابل دشمن حق آنہ تو آہ — نہ ڈوبے جھکوے کر نفس کی چاہ
ہے سیف اللہ یہ محمود ذی جاہ — نہ کہنا پھر کہ مارا مجھکو ناگاہ
الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ

خلاف میرزا کوئی کرے جست — نہیں ہوگا کبھی باطل سے حق پست
ندا اے قادیانی سن تو بدست — قرین فضل عمر کے آسر دست
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر زغلمان محمدؐ

احباب سے گذارش

یہ پرچہ کسی قدر زائد چھپوایا گیا ہے۔ احباب مندرجہ ذیل حساب سے جس قدر ضرورت سمجھیں پرچے دفتر ترقی اسلام سے منگوا کر سمجھدار اور بے تعصب لوگوں میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

(۱۰۰ عہ - للعہ) (۵۰ - ٹکے) (۲۵ عہ) (ایک پرچہ ۱ر)

خاکسار ایڈیٹر الفضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۸ - جنوری ۱۹۱۸ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

خواجہ حسن نظامی کے جواب الجواب کا جواب

مباہلہ مطابق کتاب وسنت ضرور کرو

احباب کو معلوم ہوگا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کے ایک مضمون کا جواب مَیں نے پچھلے دنوں شائع کرایا تھا جس میں مَیں نے انکی دعوت فیصلہ کو منظور کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر آپ ان شرائط کے مطابق جو اسلام نے مباہلہ کے لئے لگائی ہیں مباہلہ کریں - اور ایسی طرز پر مباہلہ ہو کہ جسکا اثر حق و باطل میں فرق کرنیکے لیئے مفید ثابت ہو تو مجھے منظور ہے - اور اس مضمون میں مَیں نے یہ بھی بتایا تھا کہ جو طریق فیصلہ انہوں نے پیش کیا ہے - اور اس کا نام مباہلہ رکھا ہے وہ ہرگز طریق مباہلہ نہیں - اور اصول اسلام کے خلاف ہے - اسکے جواب میں خواجہ صاحب کی طرف سے دو مضمون شائع ہوئے ہیں - ایک اصل جواب جو تیس دسمبر کے خطیب میں شائع ہوا ہے - اور ایک اس جواب کا اعلان جو جواب سے بھی پہلے مختلف اخبارات میں انہوں نے شائع کروایا ہے - چونکہ یہ اعلان انکے اصل مضمون سے پہلے شائع ہوا ہے اسلیئے مَیں بھی جواب دیتے وقت پہلے اسی کو لیتا ہوں - آپ اس اعلان میں فرماتے ہیں - :-

(۱) کہ آپنے لکھدیا ہے کہ آپکو لاہور میں مباہلہ منظور ہے - (۲) اور یہ کہ نہ آپ کا پہلا چیلنج بطور مباہلہ کے تھا نہ آپنے لفظ مباہلہ نظام المشائخ میں لکھا اور اسی وجہ سے آپ نے ایک گھنٹہ کی شرط لگائی تھی - (۳) آپنے میری تیرہ کی تیرہ شرائط منظور کر لی ہیں (۴) یہ کہ جماعت احمدیہ کے اخبارات کے کل ایڈیٹران اور سربرآوردہ لکھدیں - کہ مباہلہ کے اثر ظاہر ہونے پر وہ تسلیم کرینگے - کہ حضرت مرزا صاحب سچے نہ تھے -

اس تحریر سے ایک تو یہ غلط فہمی پھیلانیکی کوشش کی گئی ہے - کہ گویا آپنے اس تحریر سے پہلے مجھے اس امر سے اطلاع دیدی ہے - کہ آپکو مباہلہ منظور ہے لیکن یہ درست نہیں - یہ خبر انہوں نے اپنے جواب کے شائع ہونے سے پہلے شائع کرائی ہے - اور جواب شائع ہونیکے بعد بھی مجھے نہیں بھیجا - حالانکہ مَیں نے انکو اپنا جواب سب سے پہلے بھجوا دیا تھا - انکا اصل جواب ۳۰ دسمبر کے خطیب میں شائع ہوا ہے - جو قادیان ۲ - جنوری کو دفتر الفضل میں پہنچا ہے - یہ تاخیر بھی بتاتی ہے - کہ اس میں کچھ حکمت مدنظر تھی ٭

دوسری بات آپنے یہ تحریر فرمائی ہے - کہ آپکا چیلنج بطور مباہلہ نہ تھا - اسی لیئے آپنے ایک گھنٹہ کی میعاد مقرر کی تھی اور اسی لیئے نام مباہلہ نظام المشائخ والے مضمون میں نہ تھا - آپکے اس جواب کو پڑھکر مَیں حیران ہوں - کہ آپکی نسبت کیا خیال کروں - آپکے مضمون مطبوعہ نظام المشائخ کے صفحہ ۲۷ پر یہ عبارت درج ہے :-

"اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو تو ربیع الاول ۱۳۳۶ ہجری کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لیکر اجمیر آجاؤ"

نظام المشائخ تبادلہ میں کئی اخبارات کے پاس جاتا ہوگا - جو نہیا آپکے موافق نہ ہونگے پھر آپنے کیا خیال کرکے ایسی صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے - مباہلہ کا لفظ ہوتا تو الگ - یہاں آپکے مضمون میں تو سارے مضمون سے زیادہ جلی قلم سے لفظ مباہلہ لکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ آپنے اس لفظ پر خاص زور دینا چاہا ہے - پھر اب انکار کے کیا معنی ہوئے ؟ اگر کوئی عبارت ہوتی - تو ہم کہتے - کہ مفہوم میں غلطی ہوگئی - اگر کسی اور کتاب کا حوالہ ہوتا تو ہم کہتے کہ نام میں غلطی ہوگئی - اگر اس مضمون کو لکھے سال دو سال گذر چکے ہوتے - تو ہم کہتے - کہ یہ لفظ خواجہ صاحب کے ذہن سے اتر گیا ہوگا - اگر خود میرے اس مضمون میں ہی جسکا جواب انہوں نے لکھا ہے انکا یہ فقرہ نقل نہ ہوتا کہ "اگر تمکو یہ مباہلہ منظور ہو" تو پھر بھی ہم کہتے - کہ گو مضمون لکھے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے - مگر پھر بھی خواجہ صاحب انسان تھے ذہول ہوگیا - اگر وہ اور انکے عقیدتمند باقی مضامین میں ہی اس خیال کا اظہار کرتے رہتے - کہ خواجہ صاحب کا پہلا مضمون مباہلہ کا چیلنج نہ تھا - بلکہ ایک خود ساختہ طریق فیصلہ تھا تو ہم قیاس کرتے - کہ کوئی غلط فہمی واقعہ ہوگئی ہے - مگر جسقدر وجوہ بھی انکی نیک نیتی کے پیدا ہوسکتے تھے - وہ مفقود ہیں - کسی عبارت کے مفہوم کے متعلق آپنے غلطی نہیں کی - کہ ہم کہیں - کہ آپ نے مفہوم غلط سمجھ لیا ہے - مگر پھر بھی یہ سمجھ کا قصور ہے نہ غلط بیانی - بلکہ ایک لفظ کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ مَیں نے نہیں لکھا - حالانکہ آپنے لکھا ہے - نہ کسی اور کتاب کے حوالہ میں آپنے غلطی کی ہے بلکہ خود ایک - اپنے ہی مضمون کے متعلق آپ کہتے ہیں - کہ اسمیں مَیں نے یہ لفظ نہیں لکھا - حالانکہ اسمیں وہ لفظ موجود ہے - پھر اس مضمون کو لکھے (جسمیں مباہلہ کا لفظ استعمال کرنیسے آپکو انکار ہے) سال دو سال کا عرصہ نہیں گذر گیا - کہ ہم کہیں آپ بھول گئے - بلکہ اسکو ایک دو ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا - پھر یہی نہیں - کہ وہ مضمون نہایت قریب زمانہ کا ہے - بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ جس مضمون کا جواب آپ لکھنے بیٹھے ہیں - اسمیں مَیں نے آپ کا وہ فقرہ نقل کیا ہے جسمیں آپنے مباہلہ کا لفظ استعمال کیا ہے - گو فی الواقعہ آپکو ایسا ہی یاد تھا - کہ آپنے اپنے مضمون میں مباہلہ کا لفظ استعمال نہیں کیا - تو آپکو میرے مضمون میں وہ فقرہ دیکھکر فوراً خیال پیدا ہونا چاہیئے تھا کہ مَیں نے یہ فقرہ آپکی طرف کیوں منسوب کیا - اور ضرور آپکو توجہ ہونی چاہیئے تھی - اور یا تو آپ اپنے مضمون کو پھر دیکھتے - یا جواب میں میری نسبت لکھتے - کہ مَیں نے بعض حوالہ بھی جھوٹے بنا لیئے ہیں - مگر آپنے ایسا

٭ مضمون لکھا جاچکا تھا کہ خطیب کا وہ نمبر جس میں خواجہ صاحب کا مضمون چھپا ہے - مجھے پانچ جنوری کو وصول ہوا ٭

نہیں کیا اور یہی پر بس نہیں کمال یہ ہے۔ کہ آپ اس مضمون میں جو آپنے مختلف اخبارات میں شائع کرایا ہو اور جسمیں آپ لکھتے ہیں۔ کہ :-

"اصل میں میںنے مباہلہ کی حیثیت سے انکو چیلنج نہ دیا تھا۔ نہ مباہلہ کا نام اس مضمون میں تھا۔ جو اس مسئلہ پر نظام المشائخ محرم نمبر میں شائع ہوا۔" دیکھو ۲۷- دسمبر ۱۹۱۷ء میں یہ بھی لکھتے ہیں :- کہ "جناب مرزا محمود احمد صاحب نے اجمیر کا مباہلہ قبول نہیں کیا" اگر واقعہ میں آپکے ذہن میں اس عجیب نو ایجاد مقابلہ کا نام مباہلہ نہیں تھا۔ تو آپ کس طرح لکھتے ہیں کہ میںنے اجمیر کا مباہلہ قبول نہیں کیا۔ اسی طرح اپنے اصل جواب میں جو خطیب ۳۰- دسمبر میں شائع ہوا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :- کہ "اگرچہ میںنے ایک گھنٹہ کی میعاد فیصلہ مباہلہ کے لیئے مقرر کی تھی۔ مگر آپ اسکو قبول نہیں کرتے" جس سے ظاہر ہے کہ آپ آپ بھی اس عجیب مقابلہ کو مباہلہ ہی سمجھتے ہیں۔ مگر باوجود اسکے آپ اپنے اعلان مطبوعہ اخبارات میں لکھتے ہیں کہ "میںنے مباہلہ کی حیثیت سے انکو چیلنج نہیں دیا تھا۔ نہ مباہلہ کا نام اس مضمون میں تھا جو اس مسئلہ پر نظام المشائخ محرم نمبر میں شائع ہوا یہی وجہ تھی کہ میںنے ایک گھنٹہ کا وقت نتیجہ کے واسطے مقرر کر دیا تھا۔ کیونکہ اس بلاوے کی حیثیت مباہلہ سے بالکل جداگانہ تھی۔" دیکھو ۲۷- دسمبر ۱۹۱۷ء ان دونوں حوالہ جات کو ملا کر نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ میرا جواب لکھنے کے وقت تک بھی برابر اپنے پہلے چیلنج کو مباہلہ ہی سمجھتے تھے۔ مگر کسی مصلحت سے اسکا انکار کر رہے تھے بلکہ ایک اور عجیب بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ قریباً ایک ہی وقت میں لکھے ہوئے دو مضمونوں میں سے ایک میں تو آپ لکھتے ہیں۔ کہ آپکا چیلنج مباہلہ تھا اور اسکی مدت ایک گھنٹہ تھی۔ اور دوسرے میں لکھتے ہیں کہ آپنے ایک گھنٹہ میعاد ہی اسلیئے مقرر کی تھی۔ کہ اس چیلنج کی حیثیت مباہلہ سے بالکل جداگانہ تھی ؛

آپکے ایک ہمخیال ایڈیٹر صاحب خطیب نے بھی آپکے جواب الجواب پر جو نوٹ شائع کیا ہے اسمیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "خواجہ صاحب نے ظاہر فرمایا تھا۔ کہ .... ۶ ربیع الاول کو دونوں درگاہ کی مسجد میں کھڑے ہو کر بطریق مباہلہ ایکدوسرے کے خلاف دعا کریں" خطیب ۳۰- دسمبر ۱۹۱۷ء -

پس جبکہ میرے مضمون کے شائع ہونیکے بعد   اور آپکے معتقدین   تحریرات میں اس عجیب طریق مقابلہ کو جو آپکی ایجاد تھا مباہلہ لکھتے رہے ہیں تو یہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انکا یہ لکھنا کہ آپنے اپنے مضمون میں مباہلہ کا نام نہیں لکھا۔ کسی بھول چوک کا نتیجہ ہے۔ بلکہ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپنے ان لوگوں کو جان بوجھکر دھوکہ دینا چاہا ہے۔ جنکے پاس نظام المشائخ نہیں جاتا۔ اور راستبازی سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ جسقدر قرائن بھی آپکے دھوکہ خوردہ ہونے پر دلالت کر سکتے تھے۔ وہ سب کے سب مفقود ہیں ؛

دوسری دونوں باتیں جو اس اعلان میں مذکور ہیں۔ چونکہ خواجہ صاحب کے اصل مضمون میں بھی آگئی ہیں۔ اسلیئے انکے متعلق الگ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اصل مضمون کے جواب میں انکا تذکرہ خود بخود ہو جائیگا۔ اسلیئے میں اسجگہ انکا ذکر نہیں کرتا۔ اور اصل جواب کیطرف توجہ کرتا ہوں ؛

خواجہ صاحب اپنے جواب الجواب میں جو انہوں نے خطیب میں شائع کرایا ہے۔ سب سے پہلے میری اس بات کا جواب دیتے ہیں۔ جو میںنے انکے لاہور میں مباہلہ کی شرائط کو قبول نہ کرنیکی صورت میں پیش کی تھی یعنی وہ قادیان اپنے اہل وعیال سمیت آجا دیں۔ اور مباہلہ کر لیں۔ اور وہ لکھتے ہیں

"رہا قادیان کا آنا۔ یہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ آپ کرایہ کا تردد نہ فرمائیے۔ خدا خود میسر سامانست ارباب توکل را۔ میں اپنے اہل وعیال کو لیکر اکیلا قادیان آجاؤں گا۔" اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ قادیان آنا منظور کرتے ہیں۔ اور گویا فیصلہ کے لیئے جس طرح بھی ممکن ہو تیار ہیں۔ لیکن اگلے ہی فقرہ میں قادیان کو کوردہ قرار دیکر لاہور آنے کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ قادیان آنیکا فقرہ صرف اثر ڈالنے کے لیئے آپنے لکھا ہے۔ ورنہ ادھر یہ لکھنا۔ کہ میں قادیان آجاؤنگا اور ادھر ایک ہی فقرہ بعد اس سے انکار کر دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر دو مقابل تجاویز ہوتیں یا مثلاً یہ لکھتے۔ کہ مجھے تو قادیان آنے میں کوئی عذر نہ تھا۔ مگر فلاں فلاں وجوہ سے وہاں آنے کا چنداں فائدہ نہیں۔ اس لیئے مباہلہ لاہور میں ہو۔ تب تو ایک بات بھی تھی۔ مگر آپ لکھتے ہیں۔ کہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور پھر آگے چل کر اس سے انکار کرتے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس امر کا پہلے بیان۔ اور اس پیرایہ سے بیان کرنا۔ صرف اس غرض سے ہے۔ کہ لوگوں پر اثر ڈالا جائے کہ آپ تو ہر طرح فیصلہ پر تیار ہیں۔ اور جو کچھ دیر ہے۔ وہ فریق ثانی کی طرف سے ہے۔ خواجہ صاحب ایک کہنہ مشق مصنف ہیں۔ اور آپ کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ آپ اردو طرز تحریر سے ایسے ناواقف ہیں۔ کہ نہیں جانتے کہ اپنے مفہوم کو کس طرح ادا کریں۔ پس سوائے یہ نتیجہ نکالنے کے کہ آپ مضمون کے پڑھنے والوں کے دلوں میں حسن ظنی پیدا کر کے ناجائز طریق سے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ اور کوئی چارہ نہیں ؛

قادیان آنے پر آمادگی ظاہر کرنے کے بعد لاہور کے مقام کو پسند کرتے ہوئے۔ خواجہ صاحب نے ان تیرہ شرائط کے متعلق بھی کچھ تحریر فرمایا ہے۔ جو میںنے مباہلہ کے متعلق تحریر کی تھیں۔ چنانچہ آپ ان شرائط کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ "میں نے تو آپکی تیرہ کی تیرہ شرطیں قبول کر لیں" اور یہ کہ "میں نے آپ کی ہر بات کو خواہ ٹیڑھی ہو یا سیدھی بغیر کسی تاویل کے مان لیا ہے" مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ نے بعض نہایت اہم شرائط کو رد کر دیا ہے۔ اور یہ آپ کا لکھنا۔ کہ آپ نے سب شرائط کو قبول کر لیا ہے خلاف واقعہ ہے۔ اور اس بات کے ثبوت کے لیئے میں اپنی پیش کردہ شرائط اور ان کے مقابل پر خواجہ صاحب کے بعض فقرات نقل کرتا ہوں تاکہ ہر ایک شخص جو تقویٰ سے کام لے کر انصاف کے ساتھ اس مباہلہ میں غور کرنا چاہے۔ اسے معلوم ہو۔ اور وہ دوسروں کو بھی بتا سکے۔ کہ خواجہ صاحب نے اپنے بیان میں کس حد تک حق کا پاس کیا ہے۔ اور مباہلہ کا چیلنج دے کر پھر مباہلہ کرنے کے لیئے کہاں تک آمادگی ظاہر کی ہے۔

ہمارے شرائط

(۱) چونکہ اخراجات کثیرہ برداشت کرکے اور اپنا وقت صرف کرکے مجھے اس مباہلہ میں حصہ لینا ہوگا اس لئے جہاں تک ہوسکے یہ مباہلہ اس طرح کیا جاوے کہ اس کا اثر جس قدر ہوسکے وسیع ہو۔ اور چونکہ آپ کسی جماعت کے قائم مقام نہیں۔ کیونکہ آپ اس طریقے کے پابند ہیں۔ کہ جس میں اختلاف مذہبی بھی پیری مریدی میں فرق نہیں آنے دیتا۔ اور جس کے مطابق ہندو اور دیگر غیر مذاہب کے پیرو بھی آپ کے مریدوں میں شامل ہوتے۔ اور مخلص مریدین کہلاتے ہیں۔ پس آپ کا وجود کسی گروہ کا قائم مقام نہیں کہا جاسکتا۔ اور آپ کی ہلاکت کسی پر حجت نہیں ہوسکتی۔ جو لوگ آپ کی زندگی میں اختلاف مذہب میں حرج نہیں دیکھتے۔ آپ کی موت ان پر کیا اثر ڈال سکتی ہے۔ مگر میں ایک جماعت کثیرہ کا واجب الاطاعت امام ہوں اس لئے اس مباہلہ کو وسیع الاثر بنانے کے لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ فریقین کے ساتھ مباہلہ کے وقت کم از کم ایک ایک ہزار آدمی ہو جو مباہلہ میں شامل ہو جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت کو لیکر نکلے تھے۔ (جیسا کہ ابن عساکر کی روایت سے ثابت ہے۔ اور جیسا کہ آیت مباہلہ سے باتفاق کل آئمہ مفسرین ظاہر ہوتا ہے) اور جس طرح کہ وفد نجران کے سب ممبروں کو بحیثیت قائم مقام کل قبیلہ نجران مقابلہ میں نکلنے کے لئے فرمایا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ یہ عمل ہمارا ضائع نہ جائیگا۔ اور کم از کم ایک ہزار آدمی کی بربادی اور ہلاکت ایک ایسا بڑا نشان ہوگا کہ لاکھوں کی ہدایت کا موجب ہوگا۔

شرط دوم۔ دوسری شرائط کے طے ہونے اور تاریخ کے مقرر ہونے کے بعد ہر ایک فریق کو لازم ہوگا کہ وہ کم از کم ایک ہزار آدمی کی فہرست مع ان کے دستخطوں اور پتوں کے فریق ثانی کو بھیجدے کہ یہ لوگ مباہلہ میں شامل ہونگے۔

پہلی اور دوسری شرائط کے متعلق خواجہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے کس طرح تیرہ کی تیرہ شرطیں منظور کرلی ہیں۔ کیا کوئی اردو زبان سے ایک ذرہ بھر بھی لگاؤ رکھنے والا انسان میری عبارت سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ میں نے ایسے ایک ہزار آدمی کی فہرست مانگی ہے۔ جنہوں نے خواجہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ یا یہ کہ صرف ایک ہزار بیعت کرنے والے آدمیوں کی فہرست دیدینے کا اقرار کرلینے سے خواجہ صاحب یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ انھوں نے اول اور دوم شرطوں کو منظور کرلیا ہے۔ میں نے تو اس بات کا مطالبہ کیا ہے۔ کہ مباہلہ کو وسیع الاثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں ایک ایک ہزار آدمی طرفین کے شریک ہوں۔ تا اس قدر آدمی کی ہلاکت کا اثر سب ہندوستان پر پڑے۔ اور لوگوں کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا موقعہ ملے۔ اور کوئی نتیجہ نکلے اور ان ہی ایک ہزار آدمیوں کی فہرست مانگی ہے۔ جو اس مباہلہ میں آپکے ساتھ شریک ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ مگر آپ صرف ایک ہزار بیعت کرنے والوں کی فہرست دینے کا اعلان کرکے دعوے کرتے ہیں۔ کہ آپنے میری سب شرائط منظور کرلی ہیں۔ حالانکہ آپنے سب سے پہلی دو شرائط کو ہی رد کردیا ہے۔ کیا آپ کا اس طریق کو اختیار کرنا اسی بات کا مظہر ہے کہ آپ اظہار حق کے لئے کوشاں ہیں۔ میں نے جیسا کہ اپنے مضمون میں لکھا ہے۔ میں اگر لاہور آؤں تو علاوہ وقت صرف ہونے کے بہت سے اخراجات بھی برداشت کرنے ہونگے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جس کام پر مجھے کھڑا کیا ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس نے میری نسبت لوگوں کے دلوں میں محبت بھی ڈالی ہے۔ اور جب میں سفر کو جاؤں تو چاروں طرف سے احمدی وہاں جمع ہوجاتے ہیں۔ اور بعض دیگر آدمی بھی ملاقات کے لئے آجاتے ہیں خصوصاً لاہور سے مقام پر کہ جو پنجاب کا مرکز ہے۔ اور اس طرح ہزار ہا روپیہ کرایوں وغیرہ پر خرچ ہوجاتا ہے۔ پس اس قدر اخراجات جو میں خود بھی برداشت کروں۔ اور جماعت سے بھی کراؤں۔ تو اس کا کوئی فائدہ بھی ہونا چاہیئے نہ میرا وقت ایسا ہے کہ میں اسے ضائع کروں۔ نہ میرے پاس فالتو روپیہ ہے۔ کہ میں اسے اس طرح تبہ کروں۔ پس قادیان سے چلنے۔ اور لاہور جیسے مقام پر جانے کا کوئی فائدہ ہونا چاہیئے۔ پھر مباہلہ کوئی ہنسی یا کھیل نہیں کہ جس کسی کہا اس سے مباہلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے مباہلہ ہمیشہ احقاق حق کے لئے ہوتا ہے۔ پس میں ایسی ہی صورت میں مباہلہ کرسکتا ہوں۔ جبکہ اس کا کوئی مفید اور صحیح نتیجہ نکلنے کی امید ہو۔ اور اسی لئے میں نے ایک ہزار آدمی کی شرط لگائی تھی۔ کیونکہ اتنی بڑی تعداد کی ہلاکت ہندوستان میں ایک دفعہ تو شور مچادیگی۔ اور اگر اس قدر آدمیوں نے مباہلہ میں شامل نہیں ہونا۔ تو مجھے ضرورت کیا ہے کہ میں اپنا وقت بھی خرچ کروں اور اپنا اور اپنی جماعت کا ہزاروں روپیہ بھی خرچ کرواکر لاہور جاؤں۔ پھر خواجہ صاحب

حسن نظامی کا جواب

یہ بے نظیر شرط خواہ کیسی ہی مضحکہ خیز ہو مگر مجھے بخوشی منظور ہے۔ البتہ یہ لکھنا ضروری ہے۔ کہ میں نے کبھی آپکے یا کسی اور حریف کے سامنے اپنے مریدوں کی کثرت کا دعوے نہیں کیا۔ یہ تو آپ ہی کے ایک بھائی نے لکھا ہے جو آپ کی نسبت صداقت کے زیادہ قریب ہے لیکن آپ امتحان لینے کو یہ شرط مقرر کرتے ہیں۔ تو میں ایسے ہزار آدمیوں کے پتے۔ اور دستخط بھجوا دونگا۔ جنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

خود ہی قادیان آجاویں کیونکہ جیساکہ وہ خود اسی مضمون میں لکھتے ہیں۔ ان کو اکثر سفر کرنے کی عادت بھی ہے۔ اور اکیلے بھی پھرتے ہیں۔ پس ان کے یہاں آنے میں نہ ان کے وقت کا حرج ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ حضور صاحب کو ان کے اخراجات ادا کرنے کا میں ذمہ وار بنتا ہوں۔

چونکہ خواجہ صاحب نے ان شرائط کے متعلق تحریر فرماتے ہوئے بھی اسی طریق کو اختیار کیا ہے۔ جو ان کے سارے مضمون میں خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے۔ یعنی پہلے منظوری کا رنگ اختیار کر کے آخر میں انکار کر دینا۔ پس ممکن ہے کہ اس رنگ سے فائدہ اٹھا کر وہ اب یہ ثابت کرنا چاہیں کہ درحقیقت انہوں نے ان شرائط کو منظور کر لیا ہے۔ مگر اول تو ان کی وہ عبارت جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ ان کے جھٹلانے کے لئے کافی ہے۔ مگر میں ایک اور استدلال بھی پیش کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ان شرائط کے قبول کرنے سے گریز کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جس جگہ انہوں نے یہ شرط زائد کی ہے۔ کہ طرفین کے سربرآوردہ آدمیوں کی طرف سے ایک تحریر ہونی چاہئے کہ مباہلہ کا اثر ان کے خلاف ظاہر ہونے پر وہ اپنے مذہب سے توبہ کریں گے۔ وہاں وہ یہ نہیں لکھتے کہ خواجہ صاحب اور ان کے ساتھی ایک ہزار آدمیوں۔ یا میرے اور میرے ساتھی ایک ہزار آدمیوں کی ہلاکت پر جماعت اپنے مذہب کو ترک کر دیگی۔ بلکہ صرف اپنی یا میری ہلاکت کا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت ایک ہزار آدمیوں کی شمولیت مباہلہ سے ان کو انکار ہے۔ اور اس صورت میں مجھے قادیان سے باہر مباہلہ کے لئے جانا ہرگز منظور نہیں۔ کیونکہ تکلیف کے مقابلہ میں نتیجہ بالکل قلیل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواجہ صاحب نتیجہ کے عظیم الشان ہونے کے ثبوت کے لئے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ آپ سات کروڑ مسلمانوں کے قائم مقام ہیں۔ اور یہ کہ آپ کی شکست ان سب کی شکست ہوگی۔ (میں حیران ہوں کہ خواجہ صاحب نے سات کروڑ مسلمانوں کا قائم مقام اپنے آپ کو کیوں لکھا ہے۔ چالیس کروڑ کا کیوں نہیں لکھا۔ کیونکہ جب ان سات کروڑ مسلمانوں کی بلا اجازت اور بلا اطلاع جو ہندوستان میں رہتے ہیں۔ آپ ان کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ تو ان چالیس کروڑ کے قائم مقام کیوں نہیں ہو سکتے۔ جو سب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔) مگر اس کا ثبوت آپ کے پاس کوئی نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف ہمارے پاس ثبوت ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں آپ کے اس دعوے کی تائید کسی ایک ذی علم یا ذی حیثیت شخص نے بھی نہیں کی۔ وہاں آپ کی مخالفت کئی لوگوں نے کی ہے۔ اور ستارہ صبح میں ہی اس امر پر مضمون لکھا گیا ہے۔ کہ خواجہ صاحب پہلے اپنی ہلاکت کی دعا کر لیں۔ اور خود میرے جواب کے محرکین میں بھی قائم گنج ضلع فرخ آباد کے رہنے والے ایک معزز غیر احمدی صاحب ہیں۔ پس آپ کا اپنے منہ سے کہنا کہ آپ سات کروڑ غیر احمدیوں کے قائم مقام ہیں کسی طرح درست نہیں۔ سات کروڑ مسلمان تو الگ ہے ہندوستان میں صرف دو تین سو اخبار اور رسالہ مسلمانوں کا ہوگا۔ آپ ان اخبارات اور رسائل کے ایڈیٹروں سے ہی لکھوا دیں کہ آپ کی شکست ان کی شکست ہوگی۔ اسی طرح علماء کے گروہ میں سے علماء دیوبند۔ دہلی۔ فرنگی محل اور ندوہ۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی محمد علی صاحب مونگھیری سے بھی اسی قسم کا اعلان کرا دیں۔ اور صوفیا کے گروہ میں سے پھلواری۔ خیرآباد۔ گنگوہ۔ چاچڑاں۔ کوٹھ علی پور اور گولڑہ والے بزرگوں سے تصدیق کروا دیں۔ کہ آپ کی ہلاکت پر وہ سب کے سب سلسلہ احمدیہ کو قبول کر لینگے۔ اور اگر ایسا نہیں تو کس طرح آپ اپنے آپ کو سات کروڑ مسلمانوں کا قائم مقام کہتے ہیں اپنے کہنے سے تو آپ قائم مقام نہیں بن سکتے۔ ہمیں دعاوی سے کیا غرض ہے۔ ہمیں تو نتیجہ دیکھنا ہے۔ جب کہ آپ کے دعوی کی موجودگی میں بھی وہ لوگ آپ کو اس امر میں اپنا قائم مقام خیال نہیں کرتے۔ تو مجھے خواہ مخواہ تکلیف کی ضرورت کیا ہے۔ اس صورت میں تو میں صرف تبھی مباہلہ کے لئے لاہور آسکتا ہوں۔ جبکہ ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ مباہلہ کے لئے شریک ہوں تاکہ مباہلہ کے وسیع اثر کو دیکھ کر ہندوستان کے لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے منشاء کو سمجھیں۔ ایک دو آدمی کی ہلاکت کو تو وہ اتفاق پر محمول کر دیں گے۔ جیساکہ اب تک کرتے چلے آئے ہیں

خواجہ صاحب نے اپنے مضمون میں نصیحت کے طور پر مجھے یہ بھی ہدایت کی ہے۔ کہ جس طرح خواجہ صاحب اپنے اہل و عیال کو لے کر اکیلے آئیں گے میں بھی ایسا ہی کروں۔ اور ہزاروں آدمیوں کو ساتھ لانے کی بجائے ان کے اخراجات کا روپیہ کسی نیک کام میں صرف کر دوں۔ یا چندہ جنگ میں دیدوں۔ مگر میں حیران ہوں کہ یہ بات خواجہ صاحب کو اب جبکہ ان کو ایک ہزار آدمی مباہلہ میں اپنے ساتھ شریک کرنے کے لئے کہا گیا ہے کیوں سوجھی ہے۔ اپنے پہلے مضمون میں تو وہ اس کے بالکل برعکس لکھ چکے ہیں۔ چنانچہ وہ نظام المشائخ کے محرم نمبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو تو ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ہجری کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر آجاؤ" کیا اس وقت جب آپ مجھے میری جماعت سمیت اجمیر آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ آپ کو اس "ایک قسم کے اسراف" کا خیال نہ تھا۔ اور اس روپیہ کو کسی نیک کام میں خرچ کرنے۔ یا چندہ جنگ میں دینے کی تجویز نہ سوجھی تھی۔ کہ اب جبکہ آپ کو اپنی نیابت ثابت کرنے اور مباہلہ کو وسیع الاثر بنانے کے لئے ایک ہزار آدمی ساتھ شامل کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ تو اس کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ اگر یہ تجویز کسی نیک نیتی کا نتیجہ ہوتی تو

اسوقت بھی اس کا خیال ہونا چاہیئے تھا -

میرے بقیہ شرائط

۳ - مباہلہ لاہور میں ہوگا - کیونکہ یہ مقام دونوں فریق کے لیئے یکساں ہے ؁

۴ - جیسا کہ آیت مباہلہ سے ثابت ہوتا ہے - کہ دلائل کے اظہار کے بعد مباہلہ ہوتا ہے - اور جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے - کہ وفد نجران سے طویل گفتگو کے بعد جب انہوں نے اتمام حجت کے بعد بھی آپ کے دعویٰ کو قبول نہ کیا - تب آنحضرت صلعم نے مباہلہ کا ارادہ کیا - فریقین کے لیئے ضروری ہوگا - کہ مضمون مباہلہ ایک دوسرے کو اپنے خیالات اور انکے دلائل سے آگاہ کریں - تاکہ پہلے اتمام حجت ہو جاوے - اسلیئے ضروری ہوگا - کہ تاریخ مباہلہ سے دو دن پہلے فریقین لاہور پہنچ جاویں - اور وہاں ایک جگہ لیجاوے - جسکے اخراجات کے فریقین بحصہ مساوی ذمہ وار ہونگے - اسجگہ ایک تقریر میری عقائد مذکورہ کی صحت کی تائید میں ہو - اور آپ اسپر بعد میں جرح کریں - اور ایک تقریر آپکی ان عقائد کے خلاف عقائد کے ثبوت میں ہو - اور میں اسپر جرح کروں - اسکے بعد فریقین کے ساتھیوں میں سے جو شخص دلائل سے متاثر ہو کر مباہلہ سے ہٹنا چاہے - وہ کھڑا ہو کر اعلان کر دے - کہ میں نے فریقین کے دلائل سنکر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ فریق ثانی کے دلائل ایسے ہیں کہ انکی موجودگی میں میں مباہلہ کی جرأت نہیں کر سکتا - اور خدا کے غضب سے ڈرتا ہوں - اسکے بعد اسے مباہلہ سے علیحدہ ہونیکی اجازت دیجاوے - لیکن انکی جگہ انکے فریق کو اسی قدر آدمی اور داخل کرنے ہونگے ؁

۵ - اس جلسہ میں سوائے ان اشخاص کے جو مباہلہ میں شامل ہونیکا ارادہ کر چکے ہوں - اور کسی کو شامل ہونیکی اجازت نہ ہوگی - تا بے فائدہ شور نہ ہو - اور تا فریقین پر اس نظارہ کا اثر پڑے ؁

۶ - شرائط کا فیصلہ ہونے کے بعد فریقین کو پانچ پانچ ہزار روپیہ نقد کسی ایسے ثالث کے پاس جو معتبر اور ثقہ ہو - اور کسی فریق سے تعلق نہ رکھتا ہو جمع کر دینا ہوگا (یہ لازم ہوگا کہ ثالث یعنی وہ امین ہو - اور جج یا معزز وکلا میں سے ہو تا کسی فریق کی طرفداری کا شبہ نہ ہو سکے) بدیں شرط کہ اگر تاریخ مقررہ پر کوئی فریق حاضر نہ ہوا - تو اس کا جمع کردہ روپیہ ثالث فریق ثانی کو جو حاضر ہو گیا ہو - مع اس کے اپنے روپیہ کے دیدے - یہ شرط اسلیئے ضروری ہے کہ تا کوئی فریق دوسرے فریق کو دھوکہ دیکر نقصان نہ پہنچا سکے - فریق کے حاضر ہونے سے مراد یہ ہوگی - کہ اسکے تمام ساتھی حاضر ہوں - اس خیال سے کہ بعض دفعہ بیماری وغیرہ لاحق ہو جاتی ہے - پچاس آدمی تک اگر کم ہوں - تو اس میں کوئی حرج متصور نہ ہوگا - لیکن سرگروہوں کا موجود ہونا ضروری ہوگا ؁

خواجہ صاحب کا جواب

۳ - منظور ہے ؁

۴ - گو منظور ہے - مگر جبکہ شرط اوّل و دوم کو باطل کر دیا گیا - تو درحقیقت اس شرط کی بھی بہت سی اہمیت خود بخود ٹوٹ جاتی ہے ؁

۵ - مطابق شرط چہارم ؁

۶ - میاں صاحب کو خیال ہے - اور سچا خیال ہے - کہ حسن نظامی پانچ ہزار روپیہ یکمشت جمع نہیں کر سکتا - اور میاں صاحب پانچ لاکھ ایک وقت میں پیش کر سکتے ہیں کیونکہ میاں صاحب اپنے مریدوں سے بطور مقررہ ٹیکس اور زکوٰۃ کے ماہوار اور سالانہ نذریں لیتے ہیں - اور لاکھوں روپیہ سال میں کماتے ہیں - اور حسن نظامی نے اپنے گھر کی نیاز نذر لینی بھی چھوڑ دی - نہ وہ درگاہ کی آمدنی لیتا ہے نہ مریدوں کی نذروں پر عام پیروں کی طرح نظر رکھتا ہے - حالانکہ اس کے مریدوں میں نواب بھی ہیں - راجہ بھی ہیں اور کروڑپتی تاجر بھی ہیں ......

...... ان شرطوں میں جوئے کی بھی بو آتی ہے - اسواسطے میں صاف کہتا ہوں کہ نقد روپیہ کی ضرورت نہیں - میں ایک تحریر لکھدوں گا - کہ اگر میں مقابلہ میں نہ آیا تو میاں صاحب کے سفر لاہور میں جو خرچ ہوگا - اس کا دیندار میں ہوں گا جو میری تجارتی کتب سے وصول کیا جا سکتا ہے - مگر میں آپ سے کوئی شرط نامہ نہ لکھواؤنگا ؁

بظاہر تو آپکی یہ تحریر نہایت منصفانہ معلوم ہوتی ہے ...... لیکن اگر انکے اور میرے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے غور سے دیکھا جاوے تو مندرجہ بالا عبارت میں بھی خواجہ صاحب نے صرف خوبصورت عبارت سے ہی لوگوں کو خوش کرنا چاہا ہے - ورنہ انہوں نے ایک نہایت ضروری شرط کو بالکل توڑ مروڑ دیا ہے ؁

مگر اس شرط پر کچھ لکھنے سے پہلے میں خواجہ صاحب کے اس بہتان کا جواب دینا چاہتا ہوں - جو انہوں نے مجھ پر باندھا ہے - کہ میں جماعت احمدیہ سے مقررہ ٹیکس اور زکوٰۃ اور سالانہ

نذریں لیتا ہوں - اور لاکھوں روپیہ سال کماتا ہوں - یہ الزام سراسر باطل اور غلط ہے - خواجہ صاحب نے اپنے پیرخانوں پر ہمارے سلسلہ کو قیاس کر لیا ہے - اور اپنی درگاہ کا نظارہ انکی آنکھوں کے سامنے پھر گیا ہے - جہاں بے چارہ سیاح کا مانگنے والوں سے ناک میں دم آجاتا ہے - ہماری جماعت ایک باقاعدہ انتظام کے ماتحت ہے اور جسقدر چندہ ہوتا ہے - وہ بذریعہ انجمنوں کی نگرانی میں خرچ ہوتا ہے - اور اسکی آمد و خرچ کا حساب سالانہ شائع ہوتا ہے - اور اس سے مجھے کوئی تعلق نہیں - خواہ سالانہ چندہ ہو ماہوار ہو - زکوٰۃ ہو یا کسی اور مد کا ہو - سب انکے خزانوں میں جمع ہوتا ہے - اور اس سال سے تو میں نے انکی پڑتال کے لیئے سرکاری آڈیٹر کا انتظام کرنے کی بھی ہدایت کی ہے - پس یہ جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے - بالکل بہتان ہے جسمیں کوئی اصلیت نہیں - ہاں بعض لوگ اپنی خوشی سے کبھی کبھی ہدایا ضرور پیش کر دیتے ہیں - لیکن یہ آپکے گدی خانوں کی طرح کسی قاعدہ اور اصول کے ماتحت نہیں ہوتا - بلکہ بعض لوگ اسے اظہار محبت اور تعلق کا ایک ذریعہ خیال کرتے ہیں - اور یہ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تھی - کہ آپ ایسے ہدایا کو قبول کر لیتے تھے مگر نہ میں سوال کرتا ہوں - نہ میری طرف سے کوئی چندہ ایسا مقرر ہے - کہ جو میرے نفس کے لیئے ہو - نہ سالانہ نہ ماہانہ - بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں خود اپنی مقدرت کے مطابق باقاعدہ چندہ ان مدات میں دیتا رہتا ہوں - جن میں باقی سب احمدی چندہ دیتے ہیں - اور اس کے علاوہ مجھے اپنے کام کی ذمہ واری کے ماتحت کئی غرباء اور مساکین کی خبرگیری کرنی پڑتی ہے - اور کئی یتامیٰ کی تعلیم کا بندوبست کرنا پڑتا ہے - جو اوسطاً پچاس ساٹھ روپیہ ماہانہ سے کم نہیں ہوتی - اور کبھی اس سے بہت زیادہ ہوتی ہے - پس آپ کا یہ لکھنا کہ گویا احمدی جماعت سے میں اپنے لیئے چندہ لیتا ہوں - اور زکوٰۃ بھی خود ہی لے لیتا ہوں - ایک خلاف واقعہ ہے - اور یہ آپ کا حملہ محض سفلگی کا نتیجہ ہے ؀

دوسری بات جو اصل مضمون پر کچھ لکھنے سے پہلے میں صاف کرنی چاہتا ہوں - یہ ہے - کہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں - کہ ان شرطوں میں جوئے کی بو آتی ہے - اور جوئے بازی کا پہلو ہے - تعجب ہے - کہ خواجہ صاحب تاوان اور شرط میں فرق نہیں سمجھ سکتے - مگر میرا زیادہ تر خیال یہ ہے - کہ آپ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں - یہی وجہ ہے - کہ آپنے یہ نہیں لکھا - کہ یہ تو جوآ ہے - بلکہ تحریر فرمایا ہے کہ اسمیں جوئے کی بو آتی ہے - یا جوئے بازی کا پہلو ہے - تاکہ اگر کسی کی نظر اس کار روائی پر پڑ جائے - تو آپ کو اپنا پہلو بچانے کا موقعہ حاصل رہے - مگر آپ کی عبارت آپکے عندیہ کے اظہار کے لیئے کافی ہے - خواجہ صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ تاوان اور جوآ دونوں بالکل علیحدہ چیزیں ہیں - جوئے کے لیئے قرآن کریم میں میسر کا لفظ استعمال ہوتا ہے - اور یہ لفظ تین مادوں سے بنا ہے - اول یسر بمعنی سہولت سے کیونکہ یہ ایک ایسا طریق کمانے کا ہے - جس میں محنت مشقت نہیں کرنی پڑتی - دوم یسار بمعنی غنی ہے - کیونکہ ایک شخص جھٹ پٹ اس ذریعہ سے فقر سے غنی بنجاتا ہے - سوم یسیر بمعنی تجزئۃ اور اقتسام سے کیونکہ اسکے ذریعہ سے عرب لوگ اونٹوں کا گوشت تقسیم کرتے تھے - پس ان تینوں مادوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر وہ کام جسمیں بلا محنت و مشقت کسی دوسرے شخص کا مال کسی ایسی شرط کے ماتحت حاصل ہو - جو دو طرفہ ہو - میسر کہلاتا ہے - اور چونکہ عرب میں زیادہ تر اونٹوں کی تقسیم پر ہی اس طریق کو اختیار کیا جاتا تھا - اسلیئے خاص طور پر یہ لفظ اسی تقسیم پر دلالت کرتا ہے - مگر عام طور پر ہر قمار کو میسر کہتے ہیں - دیکھو قاموس اقرب الموارد وغیرہ من الکتب اللغویہ - اور قمار کی تعریف اقرب الموارد میں یہ کی ہے کہ کل لعب یشترط فیہ غالبا ان یاخذ الغالب شیئا من المغلوب - یعنی ہر ایک کھیل جس میں عام طور پر یہ شرط کی جاوے - کہ غالب مغلوب سے کچھ حاصل کرے گا - اور یہی چیز اسلام نے منع کی ہے - مگر میں حیران ہوں - کہ خواجہ صاحب کو میری اس شرط میں کہ جو فریق وقت پر حاضر نہ ہو - وہ دوسرے فریق کو اسکے نقصان کے بدلہ میں پانچ ہزار روپیہ دے - کونسی بات میسر یا قمار سے ملتی ہوئی نظر آئی تھی - کہ انھوں نے اسے جوئے بازی کے مشابہ قرار دیا ہے - ایک ہزار آدمی کے لاہور آنے جانے اور وہاں کے اخراجات پر یقیناً پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ خرچ ہوگا - کیونکہ کم سے کم میری جماعت کے سو آدمی تو اس ہزار میں سے مدراس بنگال - حیدرآباد - بمبئی - بہار وغیرہا علاقوں سے آئینگے - اسقدر دور دراز جگہوں سے آنے جانے کا کرایہ اور پھر دیگر اخراجات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں - کہ قریباً دس پندرہ ہزار روپیہ ہمارا خرچ ہوگا - پس اگر اس احتیاط کے لیئے کہ ہمیں موقعہ پر یہ نہ ثابت ہو - کہ خواجہ صاحب کی تمام تحریرات محض ایک ظریفانہ فعل تھا - اور بعد میں وہ ہمیں بیوقوف بنانے کی کوشش کریں - اگر پانچ پانچ ہزار روپیہ جمع رکھوانے کا مطالبہ کیا ہو - تو یہ جوئے بازی کس طرح ہوگئی - یہ تو تاوان ہے - جرمانہ ہے - اور اصل خرچ سے صرف اس خیال سے کم رکھا گیا ہو کہ مجھے نہیں امید - کہ خواجہ صاحب پانچ ہزار روپیہ صرف اس لیئے ضائع کروا دینگے کہ ہمارا دس بارہ ہزار روپیہ ضائع ہو جاوے - ورنہ میں حق بجانب ہوتا - اگر دس پندرہ ہزار روپیہ ضمانت رکھوانے کا مطالبہ کرتا - پس جب کہ اصل نقصان سے بھی کم روپیہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے - تو یہ جوآ کیونکر ہوا - جوئے کے تو یہ معنی ہیں - کہ بلا محنت و مشقت کے روپیہ مل جاوے - اور جس سے انسان مالدار ہو جاوے - یہ روپیہ تو بلا محنت و مشقت کے ہوگا - بلکہ جو فریق آئے گا - اس کے ایک نقصان کے بدلہ میں ہوگا - نہ اس فریق نے اس سے مالدار اور غنی ہونا ہے - کیونکہ اس نے تو اپنے خرچ سے بھی کم وصول کرنا ہے - نہ غالب نے مغلوب سے وصول کرنا ہے - بلکہ مظلوم نے ظالم سے لینا ہے - پس یہ شرط نہ جوئے بازی میں داخل ہے - نہ جوئے بازی سے -

اسے کوئی مشابہت حاصل ہے۔ اور اصل بات صرف یہ ہے کہ میںنے جو اپنے مضمون میں بعض باتیں خواجہ صاحب کی ایسی بیان کی تھیں۔ جو شریعت اسلام کے خلاف تھیں اسلئے خواجہ صاحب نے جوئے بازی کا لفظ درمیان میں لاکر اپنے خیال میں اس کا جواب دیا ہے۔ مگر یہ ان کی کوشش انہی کے لئے مضر ثابت ہوئی ہے ؁

اب خواجہ صاحب نے جو مضمون شرط کا جواب دیا ہے۔ اس کی طرف توجہ کرتا ہوں خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ میںنے یہ شرط اسلئے لگائی ہے۔ کہ خواجہ صاحب بوجہ اسقدر توفیق نہ رکھنے کے اتنا روپیہ جمع نہ کر سکینگے۔ اور میری فتح رہے گی۔ اس لئے وہ تجویز کرتے ہیں کہ بجائے اس شرط کے پورا کرنے کے وہ مجھے ایک تحریر لکھدینگے کہ اگر وہ وقت معینہ پر نہ آئیں۔ تو جو کچھ میرا خرچ ہو گا۔ وہ ادا کرینگے۔ اور یہ رقم ان کی کتب کے وصول کر لی جاویگی۔ اور مجھ سے وہ کوئی تحریر نہیں چاہتے۔ بے شک یہ خواجہ صاحب کی دریا دلی ہے۔ کہ وہ مجھے اس تحریر کے لکھنے سے آزاد کرتے ہیں مگر باوجود اسکے یہ ان کی تجویز اصل تجویز کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اول تو وہ اس مقام پر بھی میرے اخراجات کا تو ذکر کرتے ہیں۔ اور باقی ساتھیوں کے اخراجات کے سوال کو چھیڑتے ہی نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ہزار مُرید کی فہرست دیدینے کا خیال ان کے دل میں ایسا گھر کر گیا ہے۔ کہ اب اور کسی طرف ان کی توجہ پھرتی ہی نہیں۔ دوم اس تحریر کے باوجود بھی جس خطرہ کے لئے یہ شرط لگائی گئی تھی۔ ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے۔ اول اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ بعد میں وہ اخراجات ادا کرینگے۔ اور عدالت میں نہ جانا پڑے گا۔ اور اسطرح خواہ مخواہ کے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مصداق ہمیں نہ بننا پڑے گا۔ پھر اس خرچ کا تخمینہ کون لگائیگا۔ آپ کی کتب اس خرچ کی کفیل ہو بھی سکینگی یا نہیں۔ پھر ان کتب کو کون بیچیگا۔ گویا اس شرط کو قبول کرکے ہمیں نقصان کے بعد عدالتوں کے دروازہ کھٹکھٹانے اور اپنے اخراجات کے ثابت کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ اور بصورت کامیابی آپ کی کتب ہمیں ملینگی۔ جن کی نسبت نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ اس قیمت کی ہونگی بھی یا نہیں۔ جو ہمارے نقصان کو پورا کرسکے۔ اور اگر ہوں بھی۔ تو ہم روپیہ کے بدلے آپ کی دو آنہ کی لاگت کی کتاب کو لاکر گویا آپ کے ایجنٹ بنکر ان کو فروخت کرتے پھرینگے۔ یہ سب خیال ایسا مضحکہ انگیز ہے کہ میں حیران ہوں۔ آپ نے اسکے تحریر میں لانے کی کیونکر جرأت کی۔ ہمیں ہرگز ضرورت نہیں کہ بلا کافی احتیاط کے اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کا مجرم اور اسکے بندوں کا مضحکہ بنائیں۔ خواجہ صاحب کا یہ عذر غلط ہے۔ کہ وہ غریب آدمی ہیں۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ ان کے مریدین میں نواب۔ راجہ اور کروڑپتی ہیں۔ کیا انمیں سے ایک کو بھی اسبات پر یقین نہیں کہ خواجہ صاحب اور ان کے مخلصین وقت مقررہ پر مباہلہ کے لئے حاضر ہو جاوینگے یہ روپیہ خواجہ صاحب نے اپنی ذات پر خرچ نہیں کرنا۔ بلکہ بطور ضمانت کے جمع کرانا ہے۔ اور جب مباہلہ ہو جائے گا۔ ہر ایک فریق کا روپیہ اُسے واپس مل جائے گا۔ پس اگر نیت صاف ہو۔ تو اس روپیہ کے جمع کرانے میں کیا نقصان ہے۔ اور کیوں اسقدر کروڑپتی مریدوں میں سے اس دینی خدمت کے لئے کوئی شخص ان کو اسقدر روپیہ نہیں دے دیتا۔ اور کسی دوسرے سے بھی لینے کی ضرورت نہیں۔ ان نوابوں۔ راجوں اور کروڑپتیوں میں سے کیا ایک شخص بھی اسقدر ایمان خواجہ صاحب پر نہیں رکھتا۔ کہ وہ آپ کے ساتھ مباہلہ میں شریک ہو اور روپیہ بھی خود ہی جمع کرا دے۔ میں تو دیکھتا ہوں۔ کہ میری جماعت کے لوگوں نے جب سے مباہلہ کا حال سنا ہے۔ ان میں ایک مقابلہ جاری ہے۔ اور غریب و امیر ہر ایک کوشش کر رہا ہے کہ اس ہزار آدمی میں اسے ضرور شامل کیا جاوے۔ پس غربت کا عذر بھی کوئی عذر نہیں پانچ ہزار روپیہ تو میرے پاس بھی نہیں۔ بلکہ پانچ سو بھی نہیں۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ عین وقت پر اللہ تعالےٰ خود سامان کر دے گا۔ اور میری جماعت کے لوگ اس بات کو فخر سمجھیں گے۔ کہ ان کا روپیہ بجائے گھر میں یا بنک میں پڑا رہنے کے ایک دینی کام میں بطور ضمانت لگا دیا جاوے ؁

بقیہ شرائط

شرط ہفتم۔ وہ مقام جہاں مباہلہ ہو۔ محفوظ ہو گا۔ سوائے مباہلہ کرنے والوں کے یا ایسے لوگوں کے جن کو ٹکٹ کے ذریعہ سے جو طرفین کی منظوری سے تقسیم ہونگے۔ داخلہ کی اجازت دیجائیگی۔ عام لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہ ہو گی۔ ہاں پولیس انتظام کے لئے ہو گی۔ اور فریقین الگ الگ بلاکوں میں ٹھہلائے جائینگے۔ جنکے درمیانی قطعہ میں پولیس ہو گی ؁

شرط ہشتم۔ میدان مباہلہ کے انتظام پولیس کے اخراجات بھی برابر برابر فریقین کو دینے ہونگے ؁

خواجہ صاحب کا جواب

۷۔ اس شرط میں بھی چونکہ مباہلہ میں شامل ہونیوالوں کے ٹھہلنے کا ذکر ہے۔ پہلی شرط کے جواب کے مطابق اس میں بھی کتر بیونت کر دینی چاہئیے۔

۸۔ باقی سب شرائط قبول ہیں البتہ پولیس کے انتظام والی تجویز فضول معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ پولیس کا ایسا فرض ہے جو اسکو خود ادا کرنا ہو گا ہم کو اور آپکو اسکے فکر کی ضرورت نہیں ؁

تعجب ہے کہ خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ میری ٹیڑھی سیدھی سب شرائط آپنے قبول کر لی ہیں۔ اور اب اس تجویز کو فضول کہکر رد کرتے ہیں۔ جب آپنے ٹیڑھی تجاویز بھی قبول کر لی ہیں۔ تو اس فضول تجویز کے قبول کرنے سے کیوں عذر ہے ؁

شرط نہم۔ مباہلہ کے لئے اجازت کی کوشش اور انتظام کی ذمہ واری فریقین کے ذمہ ہو گی ؁

شرط دہم۔ مباہلہ میں یہ شرط ہو گی کہ عذاب آسمانی ہو گا انسانی دخل سے پاک ہو گا

شرط یازدہم۔ اس مباہلہ کا ظاہر ہونا یوم مباہلہ سے ایک سال کے عرصہ میں ضروری ہو گا۔ خواہ سال کے کسی حصہ میں ظاہر ہو۔ اس سے پہلے اور بعد کا کوئی واقعہ لائق حجت نہ ہو گا۔ ہاں آپ کو میری طرف سے اجازت ہوگی کہ آپ ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ یا سال کے اندر کتنی ہی وقت کے اندر اپنا اثر دکھلانے کا دعویٰ کریں۔ لیکن یہ ضروری ہو گا کہ آپ کی مقرر کردہ مدت کے اندر اگر اثر مباہلہ ظاہر نہ ہوا۔ تو آپ کو اسی وقت سے جھوٹا سمجھ لیا جاوے گا ؁

شرط دوازدہم۔ آیت قرآنی کے ظاہر معنوں کے لحاظ سے اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے

خواجہ صاحب کا جواب

ان شرائط ۵۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ کو خواجہ صاحب نے منظور کر لیا ہے ؁

کے مطابق یہ ضروری ہو گا۔ کہ کم سے کم سرگروہ اپنے بیوی اور بچوں کو مباہلہ میں شامل کریں ❊

شرط سیزدہم۔ وقت مباہلہ ایک گھنٹہ ہو گا ❊

میری پیش کردہ شرائط اور خواجہ صاحب کے جواب کو مقابل پر پڑھ کر ہر ایک عقلمند دیکھ سکتا ہے۔ کہ میری پیش کردہ شرائط میں انہوں نے کسقدر قطع و برید کی ہے۔ اور کیا اس کے بعد وہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے میری "ہر بات کو خواہ وہ ٹیڑھی ہو یا سیدھی بغیر کسی تاویل کے مان لیا ہے" کیا یہی راست بازی اور صداقت ہے۔ کہ اسقدر قطع و برید اور انکار کے بعد یہ کہا جائے۔ کہ میں نے تیرہ کی تیرہ سب شرائط کو مان لیا ہے میں نے تو اپنے مضمون میں لکھدیا تھا کہ "اور اخراجات کثیرہ برداشت کر کے اور وقت خرچ کر کے اور تکلیف سفر اٹھا کے کسی ایسے مباہلہ میں شامل ہونا جس کا فائدہ کچھ بھی نہ ہو خلاف دانائی ہے۔ اسلئے باہر جا کر مباہلہ کرنے کے لئے ایسی شرائط ضروری ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ سے مباہلہ کا اثر وسیع کیا جاوے۔ ایک ہزار آدمی کی تعداد بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں۔ کہ اسقدر بڑے کام کے لئے اس کو جمع کیا جاوے۔ اور اگر سات کروڑ ہندوستانیوں میں سے آپ کو ایک ہزار آدمی بھی نہ ملیں۔ تو آپ سے مباہلہ کرنے کے لئے تکلیف سفر اٹھانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں" مگر اس تحریر کی موجودگی میں نہایت اہم شرائط کو رد کرتے ہوئے آپ کہے جاتے ہیں کہ آپ نے میری تیرہ کی تیرہ شرائط کو قبول کر لیا ہے۔ اگر اس جواب کا نام قبول کرنا ہے۔ تو میں نہیں جانتا کہ انکار کرنے سے کیا مراد ہو گی۔ جب آپ کا اقرار اس غضب کا ہے۔ تو انکار کس اندھیر کا ہوتا ہو گا۔ اور یہ اقرار تو ابھی بلا تاویل اقرار ہے۔ نہ معلوم۔ اگر آپ کوئی تاویل کرتے۔ تو کیا کرتے۔ اللہ تعالےٰ ہی رحم کرے مسلمانوں پر جنکے صوفیا کا یہ حال ہو رہا ہے۔ جب ان کے دلوں سے راستبازی اس حد تک مفقود ہو گئی ہے۔ تو مریدوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ آخر وجہ کیا ہے۔ جو آپ اسطرح ان شرائط کو رد کر رہے ہیں۔ ان کی قبولیت کا اقرار یہ تو بتا رہا ہے کہ آپ کا دل انکار کے لئے گنجایش نہیں پاتا۔ مگر مختلف حیل کے ذریعہ سے انکار کرنا بتاتا ہے۔ کہ آپ کسی طرح پیچھا بھی چھڑانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا سبب کوئی ظاہر نہیں۔ آپ خود مانتے ہیں۔ کہ آپ کے مرید کافی تعداد میں موجود ہیں۔ حتے کہ آپ کے مریدوں سے کئی ہزاروں لوگ زیر اثر ہیں۔ اس مباہلہ کو آپ عظیم الشان بھی مانتے ہیں۔ کیونکہ بقول آپ کے اس کے ذریعہ سے وہ بلا دور ہو جاوے گی جو سالہا سال سے ہندوستان پر نازل ہے۔ پھر ایسی مصیبت سے ہندوستان کو بچانے کے لئے آپ کو عذر کیا ہے۔ کہ ایک ہزار مرید کو بالمقابل لاویں۔ ایک ہزار کی تعداد کچھ ایسی زیادہ بھی نہیں کہ ان کا انتظام لاہور میں کچھ زیادہ مشکل ہو۔ اور گو مشکل ہو مگر تکلیف مالایطاق تو ہرگز نہیں۔ کروڑ پتیوں کی موجودگی میں دینی خدمت کے لئے پانچ ہزار روپیہ امانت میں رکھوا دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ پولیس کا انتظام بھی کوئی ایسی روک نہیں۔ اگر پولیس خود بخود اس جلسہ کے مناسب حال انتظام کے لئے آمادہ ہوئی۔ تو اس شرط میں ہمارا اور آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ اور اگر ضرورت لاحق ہوئی۔ تو ایک فریق دوسرے فریق کو اس شرط کے ذریعہ سے پابند کر سکیگا ❊

آخر میں آپ کی طرف سے جو یہ شرط پیش ہوئی ہے کہ میں اور میری جماعت کے سر برآوردہ اصحاب یہ تحریر لکھدیں۔ کہ ہمارے خلاف مباہلہ کا اثر ظاہر ہونے پر یہ ثابت ہو گا۔ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نعوذ باللہ من ذالک غلط تھا۔ اور یہ کہ دوسرے لوگ اپنی عقائد سے توبہ کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اور اسیطرح آپ اور آپکے معزز مرید تحریر دینگے سو اسکے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس امر میں شک کیا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود کے دعویٰ پر مباہلہ ۔ اور اثر مباہلہ کا ہمارے خلاف ظاہر ہو۔ تو پھر حضرت مرزا صاحب کا دعوے خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ جب قرآن کریم اس معیار کو پیش کرتا ہے۔ تو اسپر پورا نہ اترنا واقعی میں کذب دعوے کی دلیل ہے۔ پس آپ کی یہ شرط معقول ہے۔ مگر آپ کو یاد رہنا چاہیئے۔ کہ ہمارے ساتھ ایک ایک ہزار آدمی اور بھی ہو گا۔ اور جن لوگوں کے نام آپنے لکھے ہیں کہ وہ ایسی تحریر دیدیں۔ وہ انشاء اللہ سب کے سب میرے ساتھ مباہلہ میں شریک ہونگے۔ چنانچہ گو اسوقت تک کافی طور پر اعلان نہیں ہوا۔ جماعت کے اکثر سر برآوردہ خواہ وہ دینی رنگ میں معزز ہوں اور خواہ دنیاوی رنگ میں اس مباہلہ میں شامل ہونے کی درخواست دے چکے ہیں۔ پس اندریں صورت بجائے اس تحریر کے جو آپنے پیش کی ہے۔ عبارت اس طرح ہونی چاہیئے کہ :-

"ہم جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مباہلہ مابین جماعت احمدیہ و خواجہ حسن نظامی و رفقائہ میں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے کے متعلق ہو گا۔ اگر مباہلہ کے اثر سے وہ لوگ ہلاک ہوئے۔ جو مرزا صاحب کی صداقت کے مقر ہیں۔ تو ہم لوگ جو اس مباہلہ میں شریک نہیں ہوئے۔ یا جو شریک تو ہوئے ہیں مگر ان کی ہلاکت موت کی صورت میں واقع نہ ہو۔ بلکہ کسی اور عذاب کی صورت مثلاً ذلت و رسوائی یا کوڑھ۔ مرگی۔ فالج وغیرہا کے رنگ میں ہو تو ہم مطابق احکام قرآن اس بات کا یقین کر لینگے۔ کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں حق پر نہ تھے۔ اور باقی لوگ اپنے عقائد سے توبہ کر لینگے"

اس تحریر کے نیچے میرے اور میرے ساتھ مباہلہ میں شامل ہونے والوں کے اور سر برآوردگان جماعت کے جو مباہلہ میں شامل نہ ہوئے ہوں۔ دستخط ہو جاوینگے۔ اور اگر کوئی سر برآوردہ میری بیعت میں آئے ہوئے لوگوں میں کا ایسا رہ گیا۔ جسکے دستخط آپ کے نزدیک ضروری ہوں (بشرطیکہ وہ ہندوستان میں رہتا ہو) تو میں اسکے دستخط بھی کرا دوں گا۔ اسیطرح آپ کی طرف سے اسی مضمون کی ایک تحریر بدیں تغیر ہو۔ کہ اگر مباہلہ کا اثر ان لوگوں کے خلاف ہو۔ جو مرزا غلام احمد صاحب مدعی مسیح موعود کے منکر ہیں۔ تو مطابق احکام قرآن ثابت ہو گا۔ کہ آپ کا دعوے سچا تھا۔ اور ہم لوگ جو مباہلہ میں شریک نہیں ہوئے یا جو شریک تو ہوئے ہیں۔ مگر ہماری ہلاکت موت کی صورت میں واقع نہ ہو۔ بلکہ کسی اور عذاب کی صورت میں مثلاً ذلت و رسوائی یا کوڑھ مرگی فالج وغیرہا کے رنگ میں تو ہم باقی ماندہ لوگ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان لے آوینگے۔ اور آپ کی اتباع کرینگے۔

اور آپ کی جماعت میں داخل ہو جاوینگے۔ اس تحریر پر آپکے علاوہ اس ہزار آدمی کے بھی دستخط ہو جاویں۔ جو مباہلہ میں شامل ہونگے۔ اور اسیطرح آپکے مریدوں میں سے علاوہ آپکے خلفاء کے چند نوابوں اور راجوں اور کروڑپتیوں کے دستخط بھی ثبت ہوں کیونکہ دنیاوی طور پر یہی لوگ سربرآوردہ ہوتے ہیں۔ میری جماعت میں بھی جو لوگ دنیاوی طور پر معزز ہیں۔ ان کے دستخط ضروری ہونگے۔ اس تشریح کی اس لئے ضرورت پیش آئی ہے۔ کہ جن لوگوں کے دستخط آپنے کروانے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ جہاں تک ہماری تحقیق ہے۔ کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتے۔ صرف خلیفہ اور نائب اور کشفی شاہ اور کملی شاہ کے الفاظ سے انکی حیثیت قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آپنے مضمون ختم کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود پر بھی ایک بہتان باندھا ہے۔ کہ آپنے مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری سے مباہلہ کیا۔ اور چند ماہ میں فوت ہو گئے اس کے متعلق مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خود مولوی ثناءاللہ صاحب کا قول نقل کر دینا کافی ہے۔ آپ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں لکھتے ہیں:۔ "مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔" پھر لکھتے ہیں:۔ "قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔ قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے ہی راست گوؤں کا کام ہے۔ اور کسی کا نہیں"

پھر حضرت مسیح موعود کے اس اعلان کے متعلق جو حضرت مسیح موعود نے مولوی ثناءاللہ کے خلاف شایع کیا تھا۔ وہ ۲۶ر۔ اپریل کے پرچہ میں لکھتے ہیں:۔ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اسکو منظور کر سکتا ہے۔" پس مولوی ثناءاللہ صاحب نے خود ہی آپ کو کاذب اور کاذب بھی اول درجہ کا قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب کے مضمون میں ایک دعا شایع ہوئی تھی نہ قسم اور اس کے ماننے سے بھی مولوی ثناءاللہ نے انکار کر دیا تھا۔ پس اسے مباہلہ قرار دینا بقول مولوی ثناءاللہ صاحب آپ جیسے ہی راست گوؤں کا کام ہے۔ اور مولوی ثناءاللہ صاحب تو خود اپنی اور اپنے تابعین کی تحریروں کے مطابق بے وقوف اور مسیلمہ کذاب ثابت ہو ہی چکے ہیں۔

آخر میں اس امید پر مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ آپ بہت جلد ان امور کا جواب دیکر فیصلہ کی راہ نکالینگے۔ اور اگر ان شرائط پر آپ کاربند نہ ہو سکیں۔ تو پھر جیسا کہ آپ منظور بھی کر چکے ہیں۔ قادیان تشریف لا کر بصورت مذکورہ مباہلہ کر لیں۔ اور برائے مہربانی صرف لفاظی سے وقت ضایع کرنے کی کوشش نہ فرماویں۔ کیونکہ انسان کا معاملہ آخر خدا تعالےٰ سے ہے۔ اول تو دانا انسان بھی اس قسم کی باتوں سے غلطی میں نہیں آتا کہ ایک بات سے انکار کرتے ہوئے اس کی منظوری کا اعلان کیا جاوے۔ مگر بہرحال اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے۔ اس کی نظر سے تو اس قسم کی کاروائیاں پوشیدہ ہو ہی نہیں سکتیں۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار مرزا محمود احمد

(قادیان دارالامان)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تازہ نظم

اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد

یہ نظم جناب قاسم علیخان صاحب نے ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو سالانہ جلسہ کے اجتماع پر نہایت خوش الحانی سے پڑھی (ایڈیٹر)

محمد عربی کی ہو آل میں برکت — ہو اسکے حسن میں برکت۔ جمال میں برکت
ہو اسکی قدر میں برکت کمال میں برکت — ہو اسکی شان میں برکت۔ جلال میں برکت
حلال کھا کہ رزق حلال میں برکت — زکوٰۃ دے کہ بڑھے تیری مال میں برکت
ملیگی سالک رہ تجھکو چال میں برکت — کبھی بھی ہوگی میسر نہ قال میں برکت
جہاں پہ کل تھے وہیں آج تم نہ رک رہنا — قدم بڑھاؤ کہ ہے انتقال میں برکت
لگائیو نہ درخت شکوک دلمیں کبھی — نہ اسکے پھل ہی ہے برکت نہ ڈال میں برکت
یقین سی نہیں نعمت کوئی زمانہ میں — نہ شک میں خیر ہی نہ احتمال میں برکت
جو چاہے خیر تو کر استخارہ مسنوں — عبث تلاش نہ کر تیر و فال میں برکت
ہر ایک کام کو تو سوچ بچار کے کر — ہمیشہ پائیگا اس دیکھ بھال میں برکت
خدا کی راہ میں دے جسقدر بھی ممکن ہو — کہ اسکے فضل سے ہو تیری مال میں برکت
ہے عیش و عشرت دنیا تو ایک فانی شی — خدا کرے کہ ہو تیرے مآل میں برکت
قلوب صافیہ ہوتے ہیں مہبط انوار — کبھی بھی دیکھی ہے رنج و ملال میں برکت
نہ چپ ہو کہ خموشی دلیل نخوت ہے — دعا میں مانگو کہ ہے عرض حال میں برکت
گنہ کے بعد ہو توبہ سے باب رحمت وا — [illegible] کے بعد ہے انفعال میں برکت
رہو سدا نہ تفریط ہے نہ ہے افراط — خدا نے رکھی ہے بس اعتدال میں برکت
اسی کے دم سے فقط ہے بقائے موجودات — خدا نے رکھی ہے وہ اتصال میں برکت
ہو ماند چودھویں کا چاند بھی مقابل کے — خدا وہ بخشے ہمارے ہلال میں برکت
رہیں نہ دل میں بجائے عشق خالق حسن — ظہور حسن سے کہ ہے بال بال میں برکت

چڑھے ہے تو نام تیرے ڈوبنے کا پھر وہ کبھی
کچھ ایسی ہو میرے یوم الوصال میں برکت

خواجہ حسن نظامی کے ایک نائب کی حقیقت

مورخہ یکم جنوری ۱۹۱۸ء کو میں نے مختلف جرائد کو دیکھا۔ جن میں خواجہ حسن نظامی نے اپنے نائبین کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ " ایسی ہی ایک تحریر میں لکھکر دونگا۔ جس پر میرے ان نائبین کے دستخط ہونگے۔ جو ہزاروں آدمیوں کے سرگروہ ہیں جن میں مولوی عمر دراز نظامی درگاہی شاہ نائب سی پی مولوی حاجی علی میاں نظامی قریبی شاہ نائب گجرات وکاٹھیاوار۔ سید محمد اشرف نظامی کشفی شاہ نائب برہما۔ مولوی محمد نذیر نظامی کملی شاہ نائب دکن کے نام لکھدیئے ہیں"

اس عبارت میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے چار نائبوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک کے متعلق۔ جس کا نام سید محمد اشرف کشفی ہے اور جس کا میں ذاتی طور پر واقف ہوں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ پبلک کو معلوم ہو جاوے۔ کہ حسن نظامی صاحب کے اس نائب کی کیا حیثیت ہے۔ اور انھوں نے کس قدر لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی سے دوسرے نائبین کا بھی اندازہ لگ سکتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے اس شخص کو اپنا برہما کا نائب لکھکر ہزاروں آدمیوں کا سرگروہ قرار دیا ہے

دنیا میں کسی کی حیثیت دو ہی طرح کی ہوتی ہے۔ ایک دینی علوم اور تقوے کے لحاظ سے۔ دوسرے دنیا کے مال و متاع کے لحاظ سے۔ مگر مذکورہ بالا شخص میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ وہ ایک ۲۲- ۲۳ سال کا نوجوان ہے۔ جو انگریزی مڈل پاس کر کے اپنے گاؤں میں بیکار پھرتا تھا کہ اس کو ایک ٹھیکیدار نے جو برہما میں کاروبار کرتا ہے۔ اور ہمارے گاؤں کے قریب کا رہنے والا ہے۔ اپنے ساتھ لے جا کر معمولی منشی کے کام پر لگا دیا۔ اور اب تک ایک قلیل تنخواہ پر اسی ٹھیکیدار کا منشی ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے۔ جو قابل ذکر ہو۔ اصل باشندہ چک قادیان ضلع گورداسپور کا ہے۔ اور وہیں کا میں باشندہ ہوں۔ ادنیٰ درجہ کا انسان اور بالکل سادہ لوح ہے۔ اردو بھی پوری طرح نہیں جانتا۔ گاؤں میں اس کی نہایت معمولی حیثیت ہے۔ چند گھماؤں زمین ہے۔ جس میں اس کے تین بھائی حصہ دار ہیں۔ دینی لحاظ سے اس کی یہ حالت ہے کہ صحیح قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکتا۔ میں اس کا ذاتی طور پر واقف ہوں۔ گاؤں کے لڑکے اس کو کشفی شاہ کہکر ٹھٹھا اور مخول کرتے ہیں۔ اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نہ وہ کسی کا پیر ہے۔ اور نہ اس کے ماتحت کوئی گروہ ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ لکھا ہے۔ اور نائب برہما قرار دیا ہے جس سے شاید انھیں خیال ہو کر وہاں جا کر کس نے اصل حقیقت سے آگاہ ہونا ہے۔ مگر خدا سچ کے مقابل میں جھوٹے کی پردہ دری ضرور کر دیتا ہے۔ پس میں بڑے زور سے خواجہ حسن نظامی کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر وہ ثابت کر دیں کہ اس کشفی شاہ کا اثر بلحاظ دین دنیا چند لوگوں پر بھی ہے۔ اور وہ اسے اپنا سرگروہ مانتے ہیں۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کر لیں۔ مگر ان کو تو محض لوگوں کو دھوکا دینا منظور ہے۔ اگر ایسے ہی لوگ ان کے نائبین ہیں۔ تو حقیقت معلوم شد

میں خواجہ صاحب کو ان کے نائب کے ساتھ اپنا تعلق بھی بتلا چکا ہوں۔ اور اب پھر مختصراً عرض کرتا ہوں کہ میں اور سید محمد اشرف اول ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ دوم وہ میرا نہایت قریبی رشتہ دار ہے سوم میں اور وہ مڈل تک اکٹھے تعلیم پاتے رہے ہیں اس کے بعد وہ ٹھیکیدار کا منشی ہو کر برہما چلا گیا۔ جو آجکل رخصت لے کر گھر آیا ہوا ہے۔

میں نے محض خدا تعالےٰ کے لئے یہ حق کا اظہار کیا ہے۔ والسلام۔۔

خاکسار

سید محمد لطیف باشندہ چک قادیان ضلع گورداسپور

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا